Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 05, 2025

The Requirement of a Guardian (Walī) in Marriage and the Legal Capacity of Women: A Jurisprudential and Exegetical Critical Study in the Light of Tafsir Mazhari

نکاح کے وقت ولی کی شرط اور عورت کی قانونی اہلیت: تفسیر مظہری کی روشنی میں ایک فقہی و تفسیری تنقیدی مطالعہ.

Dr. Peree Gul Tareen
Lecturer Islamic Studies
Department Sardar Bahadur Khan Womens University Quetta Balochistan
Email: pareegul563@gmail.com

Dr. Farida
Lecturer Islamic Studies
Department, Sardar Bahadur Khan Womens Univerity Quetta Balochistan.
Email: Faridakakar5@gmail.com

Abstract:

This research paper explores the rulings regarding the legal authority (Wilayah) of women as guardians (Wali) in Islamic jurisprudence, with a specific focus on the interpretation presented in Tafsir Mazhari. The study investigates classical scholarly perspectives on the eligibility of women to act as guardians in various legal contexts such as marriage, custody, and financial matters. By analyzing relevant verses of the Qur'an and their exegesis in Tafsir Mazhari, this paper aims to clarify whether and to what extent women can assume roles of legal guardianship. The discussion also considers the broader socio-religious implications of these interpretations and highlights the nuanced views within the Islamic tradition. The paper contributes to contemporary debates on gender roles in Islamic law by offering a critical and scholarly review of a classical exegetical source.

Keywords: Wilayah, Woman as Wali, Tafsir Mazhari, Islamic Law, Gender Roles in Islam, Legal Guardianship, Female Eligibility, Marriage and Custody, Qur'anic Exegesis, Islamic Jurisprudence.

عورت کا ولی بننا

تمہید:

اصل مقصد پر تفصیلی گفتگو سے پہلے ضروری ہے کہ کچھ تمہیدی بحث کرینگے تا کہ مقصد کے لئے مفید ثابت ہو۔ وہ تمہیدی بحث یہ کہ ہر چیز کی ایک فقہی اور قانونی درجہ ہے جو کہ تنگی کا باعث ہے کیونکہ قانون کی چھری کے نیچے جو بھی آتا ہے خواہ وہ فاطمہ

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

بنت محمد ﷺ ہی کیوں نہ ہو کٹ جاتی ہے، یہ ایسی بے رحم چھری ہے جس جس کو نہ پتہ ہے اور نہ اسے اس کا کوئی پرواہے کہ میرے نیچے ابراہیم خلیل ہے یا فرعون زمانہ ہر کسی کو کاٹ ڈالتا ہے، لہذا ضروری ہے کہ قانونی اور فقہی چارہ جوئی سے پہلے پہلے اخلاقی ضابطوں کو بھر روئے کار لائے تاکہ فریقین میں سے ہر ایک کو صدا خوش رہے اور ہر ایک کی ناراضگی دور ہو۔

ضروری ہے کہ یہی اخلاقیاتی قانون یہاں ولی اور دلہا و دلہن کے مابین بھی لاگو ہو تاکہ خاندانوں اور والدین اور بیٹوں بیٹیوں کے درمیان منگنی اور شادی کے سلسلے میں جو نفسیاتی فاصلے بڑھتے جارہے ہیں وہ ختم ہو جائے، ہمارے معاشرے میں دو ہی افراد والدین اور اساتذہ ایسے ہیں جو نکاح کے بارے میں نوجوان نسل خاص کر نوجوان لڑکیوں کے نکاح کے بارے میں اسلامی اصولوں کے مطابق اس نوجوان نسل کی تربیت اور رہنمائی کر سکتے ہیں، وہ یہ سمجھانے کی کوشش کرے کہ اسلام عورت اور مرد کو اپنا رفیق زندگی منتخب کرنے کی پوری آزادی دیتا ہے، لیکن ہمارے ہاں رواج یہ ہے کہ نوجوان لڑکے کی پسند یا ناپسند کو بہت اہمیت دی جاتی ہے، بعض اوقات لڑکے خود بھی ضد کرکے یا کسی نہ کسی طرح اپنے رد عمل کا اظہار کرکے اپنی بات منوا لیتے ہیں لیکن اس کے مقابلے میں نوجوان لڑکیوں کی پسند یا ناپسند کو قطعاً کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ کچھ تو لڑکیوں میں قدرتی طور پر لڑکوں کی نسبت جھجک زیادہ ہوتی ہے اور وہ اپنی پسند یا ناپسند کا اظہار نہیں کر پاتیں، کچھ مشرقی رسم ورواج ایسا ہے کہ اس معاملے میں لڑکی کا اظہار خیال ''بے شرمی'' کی بات سمجھی جاتی ہے اور والدین اپنی بیٹیوں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ جہاں کہیں ان کے رشتے طے کردیں بیٹیوں کو وہاں چلی جانا چاہئے، اگرچہ شرعاً ایسا کرنا مناسب ہے تاکہ فحاشی کا سدباب ہوسکے، جیسا کہ علامہ مرغنانی رحمہ اللہ علیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں:

"ولها اختيار الأزواج وإنما يطالب الولى بالتزويج كيلا تنسب إلى الوقاحة."

"لڑکی کو خود شادی کرنے کا اختیار ہے البتہ اس کا ولی اس سے شادی کرانے کا مطالبہ کریگا تاکہ (لڑکی کی خود شادی کرنے کو) بے شرمی کی طرف منسوب نہ کیا جائے." [1]

البتہ اگر لڑکی کسی جگہ نکاح کرنے سے انکار کرے تو اسے مجبور نہیں کیا جائیگا اور شرعاً یہ طرز عمل درست نہیں۔ لڑکی کی مرضی کے بغیر کئے گئے نکاح کے معاملے میں رسول اکرم ﷺ نے لڑکی کو پورا پورا اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو نکاح باقی رکھے چاہے تو ختم کردے:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ،أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺفَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ، فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ ﷺ۔"

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

"ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی کہ اس کے باپ نے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا ہے تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو اختیار دیا (یعنی اگر وہ چاہے تو نکاح فسخ کر دے)۔"[2]

لہٰذا والدین اور اساتذہ کا پورا پورا فریضہ ہے کہ وہ نکاح کے بارے میں نوجوان نسل کی تربیت کرے کہ نکاح سے قبل لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی اپنی پسند یا ناپسند کے اظہار کا پورا پورا موقع دینا چاہئے، اگر والدین لڑکی کے انتخاب کو کسی وجہ سے غلط سمجھتے ہوں تو اسے زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کر کے یہ تو کر سکتے ہیں کہ اس کی پسند کو بدل دیں، لیکن یہ نہیں کر سکتے کہ اس کی مرضی کے بغیر زبردستی کسی جگہ اس کا نکاح کر دیں۔ یہ طرز عمل نہ صرف شرعاً جائز نہیں بلکہ دنیاوی اعتبار سے بھی اس کے نتائج تکلیف دہ او رپریشان کن برآمد ہو سکتے ہیں۔

اب اصل مسئلے کی وضاحت کچھ اس طرح ہے کہ کسی کا عورت کے حق میں ولی بننا یا عورت کا کسی کے لئے ولیہ بننا بالفاظ دیگر اس مسئلے کے دو رُخ ہیں ایک یہ کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کا ولی بن جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یعنی کوئی لڑکی، خاتون بغیر ولی کے اجازت کے اپنا نکاح منعقد کر سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ اس مسئلے کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ عورت کسی کا ولیہ بن سکتی ہے یا نہیں؟.

کسی سرپرست کا عورت کا ولی بننا

کیا کوئی لڑکی یا خاتون بغیر ولی کے اجازت کے نکاح منعقد کر سکتی ہے؟ اس مسئلے کی بھی دو صورتیں بنتی ہیں، پہلی صورت یہ کہ لڑکی بغیر اجازت ولی کے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ دوسری صورت یہ کہ اگر ولی کرائے تو کیا نکاح منعقد ہو جائیگی یا نہیں؟

عورت کا بغیر ولی کے اجازت کے نکاح کرنا

نکاح کے معاملے میں اگر کوئی سرپرست کسی عورت کا ولی بنے اور عورت ولی کی موجودگی میں اپنا نکاح خود کرائے، تو اس صورت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمہ اللہ علیہ و احمد رحمہ اللہ علیہ کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر لڑکی نابالغ ہے چھوٹی ہے، تو اس کا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے ولی کا ہونا ضروری ہے، جس کی تحقیق اس مسئلے کی اگلی صورت کے تحت کر دی جائیگی، اور اگر وہ بڑی ہے تو شریعت نے لڑکے اور لڑکی کو اپنی رائے کے استعمال کا حق دیا ہے،

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

لیکن اس میں خاندان والوں کی عزت کا پاس رکھنا بھی ضروری ہے، بہر حال یہ حرکت ناپسندیدہ ہے کہ لڑکی گھر والوں کو لاعلمی میں رکھ کر نکاح کرلے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا مذہب

جس طرح کہ ماقبل میں اس بات کا تذکرہ ہوچکا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر لڑکی نابالغ ہے چھوٹی ہے، تواس کا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے ولی کا ہوناضروری ہےاورا گروہ بڑی ہے توشریعت نے لڑکے اور لڑکی کواپنی رائے کے استعمال کا حق دیاہے، لیکن اس میں خاندان والوں کی عزت کا پاس رکھنا بھی ضروری ہے، بہر حال یہ حرکت ناپسندیدہ ہے کہ لڑکی گھر والوں کو لاعلمی میں رکھ کر نکاح کرلے،علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"يستحب للمرأة تفويض أمرها إلى وليها كي لاتنسب إلى الوقاحة، بحر. وللخروج من خلاف الشافعي في البكر" [3]

"ترجمہ: عوت کے لئے مناسب یہ ہے کہ اپنا نکاح کامعاملہ اپنے سرپرست کے حوالے کرے تاکہ اسے بے حیائی کی طرف منسوب نہ کیا جاسکے،اورتاکہ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے ساتھ باکرہ کے معاملے میں جواختلاف ہے اس سے بھی چھٹکاراحاصل ہوجائے۔"

مناسب بات تویہی ہے کہ لڑکی ولی یعنی والدین کی اجازت اور رضامندی کو سامنے رکھتے ہوئے نکاح کرے،البتہ اگرایسانہ ہوا کسی نے اپنا نکاح خود کرایاتواحناف فرماتے ہیں ہے کہ کوئی آزاد،عاقلہ،بالغہ اور ہوشیار عورت اپنا نکاح خود یاوکیل کے ذریعے سے کرائے اس کا نکاح صحیح ہے منعقد ہوجائیگی،خواہ اس نے ہمسرکفومیں کیاہویاغیرکفومیں البتہ غیر ہمسر یعنی غیرکفومیں اولیاء کواختیار ہوگا کہ قاضی کے پاس جاکر یہ نکاح فسخ کرائے،اورامام شافعی اوراحمد رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی کے اجازت کے بغیر سرے سے یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، چنانچہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمہ اللہ علیہ اس مسلئے میں امام احناف کے مذہب کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ترجمہ: مسئلہ: کیاآزاد عاقلہ بالغہ عورت بغیر ولی کے اپنا نکاح کرسکتی ہے؟امام ابو حنیفہ (رح)اورامام ابویوسف فرماتے ہیں کہ عورت کو خود اپنی گفتگو کے ساتھ اپنا نکاح کرلینا جائزہے اوراس کی رضامندی سے اس کے وکیل کے ذریعہ سے بھی نکاح ہوجاتاہے اگرچہ ولی اس پر رضامند نہ ہوں برابر ہے کہ وہ خاوند اس کا کفو ہو یانہ ہوہاں کفو

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

نہ ہونے کی صورت میں ولی اعتراض کر سکتا ہے اور ایک روایت میں ان سے یہ بھی مروی ہے کہ غیر کفو (کی صورت) میں نکاح نہیں ہوتا اور امام محمد کے نزدیک کفو اور غیر کفو دونوں سے نکاح ہو جاتا ہے لیکن ولی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔4

قاضی صاحب کی طرح یہی بات دیگر فقہاء احناف نے بھی ذکر فرمائی ہے، جبکہ کچھ فقہاء کرام نے تو یہاں ایک فقہی قاعدہ بھی بیان فرمایا ہے جو کہ اس مسئلے میں علت کا کام دیتا ہے، جس طرح کہ فقہاء کرام کی ترجمانی کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"نفذ نکاح حرة مکلفة لا (رضا (ولی) والأصل أن کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ وما لا فلا۔"5

"ترجمہ: آزاد اور مکلف عورت کا نکاح اس کے ولی اور سرپرست کے رضامندی کے بغیر بھی منعقد ہو جاتا ہے، اس حوالے سے ایک اصولی بات یہ ہے کہ جو بندہ اپنے مال میں تصرف کر سکتا ہے وہ اپنے نفس میں بھی تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے، اور جو نہیں کر سکتا وہ اپنے نفس اور ذات میں بھی نہیں کر سکتا۔"

یہ ایک بہترین اصول ہے جو عقل اور نقل دونوں کے موافق ہے کہ جو کوئی اپنے مال میں تصرف کر سکتا ہے وہ اپنے جان اور اپنی معاملات میں کیونکر تصرف نہیں کر سکتا ہے، بدائع الصنائع علامہ کاسانی لکھتے ہے:

"الحرة البالغة العاقلة إذا زوجت نفسها من رجل أو وکلت رجلاً بالتزویج فتزوجها أو زوجها فضولی فأجازت جاز"6

"ترجمہ: جب کوئی عاقلہ بالغہ آزاد عورت اپنا نکاح خود یا کسی وکیل کے ذریعے کرائے یا ولی کے بغیر کوئی اور کرائے اور اس عورت نے اجازت دیدی تو ان تمام صورتوں میں اس کا نکاح ہو جائیگا۔"

حدیث مبارکہ میں بھی آتا ہے کہ لڑکی کا نکاح اگر وہ خود کرے تب بھی جائز ہے، اور اگر اس کے اولیاء کرے تو لڑکی اسے ختم کر سکتی ہے، حضرت خنساء رحمہ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ:

"عن خنساءبنت خذام الانصاریة ان اباھا زوجھاوھی ثیب فکرہ ت ذالک فاتت رسول اللہ ﷺ فرد نکاحھا"7

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

"ترجمہ: خنساء بنت خذام انصاریہ رحمہ اللہ علیہ فرماتی ہے کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا وہ ثیبہ تھی، انہیں یہ نکاح منظور نہیں تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی آنحضور ﷺ نے اس نکاح کا ناجائز قرار دیا۔"

احناف کی وکالت میں کچھ قرآنی آیات اور احادیث کی روایات قاضی صاحب نے بھی اپنی تفسیر میں نقل فرمائی ہے:

"واحتج الحنفية بقوله تعالى حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَه-وقوله أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْواجَهُنَّ لان الأصل فى الاسناد حقيقة ان تباشر المرأة"8

"ترجمہ: حنفیہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ اور ان ینکحن ازواجھن سے استدلال کیا ہے کیونکہ اصل اسناد میں حقیقت ہے یعنی یہ کہ عورت اپنا نکاح خود کرلے۔"

اسی طرح احناف کی وکالت میں قاضی صاحب نے احادیث اور اثار بھی بہت سارے ذکر فرمائے ہیں، مگر یہاں بطور اختصار ان کا کچھ نمونہ پیش خدمت ہیں:

"وبحديث ابن عباس مرفوعا الايم أحق بنفسها من وليها والبكر تستأذن فى نفسها واذنها صماتها رواه مسلم ومالك وابو داود والترمذى والنسائى وجه الاستدلال ان للاولياء ليس الا حق المباشرة والايم أحق منه بنفسها فهى اولى بالمباشرة وبحديث ابى سلمة بن عبد الرحمن قال جاءت امراة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت ان ابى انكحنى رجلا وانا كارهة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لابيها لا نكاح لك اذهبى انكحى من شئت۔"9

"ترجمہ: اور حضرت ابن عباس کی اس مرفوع حدیث سے بھی استدلال کیا ہے الایم احق بنفسھا من ولیھا والبکر تستاذن فی نفسھا واذنہا صماتہا" (یعنی بیوہ اپنی جان کی اپنے ولی سے زیادہ حق دار ہے اور بن بیاہی کا نکاح کرنے میں اس سے اجازت لینی چاہئے اور اس کی اجازت اس کا خاموش ہو جانا ہے) یہ حدیث مسلم۔ امام مالک۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی نے روایت کی ہے اور اس سے استدلال کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اولیاء کا سوائے نکاح کر دینے کے اور کوئی حق نہیں ہے اور بیوہ عورت اپنے نفس کی اس سے زیادہ حقدار ہے تو پس یہ اپنا نکاح کرنے میں بھی اس سے اولیٰ ہو گی۔ اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن کی حدیث سے (بھی) استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک عورت رسول

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

(صلی اللہ علیہ وسلم)اللہ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی کہ میرے باپ نے ایک آدمی سے میرا نکاح کردیا ہے اور میں راضی نہیں ہوں۔ حضور(صلی اللہ علیہ وسلم)نے اس کے باپ سے فرمایا کہ تمہیں نکاح کا اختیار نہیں اور اس عورت سے فرمایا کہ جاتو جس سے چاہے نکاح کرلے۔"

ان تمام باتوں کے باوجود نکاح کے لئے کفو اور ہمسری ضروری ہے، اگر لڑکی نے ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کیا تو اولاد ہونے سے پہلے پہلے لڑکی کے اولیاء کو عدالت سے رجوع کرکے اس نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے، اور اگر کفو میں نکاح کیا ہے تو پھر لڑکی کے اولیاء کو وہ نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔

اور کفو کا مطلب یہ ہے کہ لڑکا دین، دیانت، مال ونسب، پیشہ اور تعلیم میں لڑکی کے ہم پلہ ہو، اس سے کم نہ ہو، نیز کفاءت میں مرد کی جانب کا اعتبار ہے یعنی لڑکے کا لڑکی کے ہم پلہ اور برابر ہونا ضروری ہے، لڑکی کا لڑکے کے برابر ہونا ضروری نہیں ہے۔

علامہ کاسانی غیر کفو میں نکاح کے بارے میں لکھتے ہیں:

"إذا زوجت نفسها من غیر کفء فللأولیاء حق الاعتراض۔"10

"ترجمہ: اگر کوئی خاتون اپنا نکاح خود غیر کفو میں کرائے تو اس کے اولیاء کو نکاح فسخ کرانے کے اختیار کا حق حاصل ہے۔"

مرد کا عورت کا کفو اور ہمسر ہونا ضروری ہے، یہ صرف فقہاء احناف کی نظر نہیں بلکہ احادیث سے مستنبط فقہی قواعد ہے ، چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث ہے:

"عن علی بن أبي طالب رحمہ اللہ علیہ أن النبی -صلی اللہ علیہ وسلم- قال لہ یا علی ثلاث لا تؤخرہا الصلاۃ إذا اتت والجنازۃ إذا حضرت والأیم إذا وجدت لہا کفؤا."11

"ترجمہ: علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا، اے علی تین چیزوں کو مؤخر نہ کرنا ایک نماز کو جب اس کا وقت ہو جائے دوسرا جنازے کو جب وہ حاضر ہو جائے تیسرا بے نکاحی لڑکی کے نکاح کو جب اس کے کفو کا رشتہ تجھے مل جائے۔"

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

سنن بیہقی میں جابر بن عبداللہ رحمہ اللہ علیہ کی روایت ہے:

"عن جابر بن عبدالل رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تنكحوا النساء إلا الأكفاء ولا يزوجهن إلا الأولياء ولا مهردون عشرة دراهم" 12ـ

"ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں کا نکاح غیر کفوء میں نہ کرو اوران کا نکاح سرپرستوں کے علاوہ کوئی نہ کرے اور مہر دس درہم سے کم مقرر نہیں ہو سکتا۔"

اسی طرح ایک روایت مستدرک حاکم کی ہے:

"عن عائشه رضی الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:" تخيروالنطفكم فانكحوا الأكفاء وانكحوا إليهم۔" 13ـ

"ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے نطفوں (سے پیدا شدہ) کے لئے بہترین انتخاب کرو، کفوء میں نکاح کرواورانہیں سے نکاح کراؤ۔"

ان مذکورہ بالا روایات نیز کتب حدیث میں مذکور دیگر احادیث کے نتیجے میں فقہاء کے فقہی قواعداور عبارات سے نکاح میں کفاءت کے ملحوظ رکھنے کا ثبوت ملتا ہے، کفاءت کے معاملے میں مزید تفصیلات اور تعینات فقہاء کے استنباط اور اجتہاد کا نتیجہ ہیں جس میں لڑکی کے سرپرستوں کی عار کو سب سے زیادہ مد نظر رکھا گیا ہے جو ظاہر ہیں کہ قرآن وحدیث کے نصوص کو سامنے رکھ کر کئے گئے ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کا خلاصہ کلام یہ کہ اگر عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے والدین کی رضامندی کے بغیر اپنا نکاح خود کرے اور وہ کفواور ہمسر لوگوں کے ساتھ ہو تو شرعاً ایسا نکاح منعقد ہو جاتا ہے، اگرچہ ولی یعنی والد کی رضامندی کے بغیر نکاح کرنا شرعاً واخلاقاً انتہائی ناپسندیدہ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ علیہ اور احمد رحمہ اللہ علیہ کا مذہب:

شوافع اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نکاح کا مناسب طریقہ تو یہ ہے کہ جب نکاح سے پہلے شادی کا پیغام آجائے تو مسجد، مدرسہ یا کسی گھر پہ لڑکے والے جمع ہیں جہاں لڑکی کا ولی (اگر ولی حاضر نہ ہو تو اس کی رضامندی کے ساتھ کوئی وکیل) اور اس

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

کے رشتہ دار بھی جمع ہو کر نکاح کرے، لڑکی کی طرف سے اس کے ولی کی رضامندی حاصل ہو اور وہ وہاں موجود ہو یا اس کی رضامندی سے اس کا کوئی وکیل موجود ہو، ولی یا ولی کے وکیل کا ہونا ضروری ہے بغیر ولی کے کوئی نکاح شرعاً صحیح ہی نہیں، تفسیر مظہری میں اس مذہب کو کچھ یوں نقل کیا گیا ہے:

"قال الشافعي واحمد لا نکاح الا بولی."[14]

"ترجمہ: امام شافعی اور امام احمد کا قول یہ ہے کہ بغیر ولی کے نکاح ہوتا ہی نہیں۔"

اس حوالے سے کتب احادیث میں بہت ساری مرویات موجود ہے، مگر قاضی ثناءاللہ رحمہ اللہ علیہ نے ان سب کا ایک ایک کر کے سب پر جرح کیا مگر آخر میں فقہی جوابات بھی دئے، جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"لا نِكاحَ إلَّا بولی."[15]

"ترجمہ: بغیر ولی کے نکاح نہیں ہے۔"

قاضی صاحب اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

"رواہ احمد من طریق الحجاج بن ارطاۃ وہو ضعیف ومن طریق أخر فیہ عدی بن الفضل وعبد اللہ بن عثمان ضعیفان"[16]

"اس حدیث (کی سند) میں حجاج بن ارطاۃ (راوی) ضعیف ہے، ایک اور سند میں عدی بن الفضل وعبد اللہ بن عثمان سے مروی ہے اور وہ دونوں بھی ضعیف ہے"

اسی طرح یہ بھی فرمان رسول ﷺ ہے:

"أيما امرأةٍ نَكَحَت بغيرِ إذنِ مَواليها ، فنِكاحُها باطلٌ ، ثلاثَ مرَّاتٍ"[17]

"ترجمہ: جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین بار کہی" اس روایت کے بارے میں قاضی صاحب اس طرح لکھتے ہیں:

"رواہ اصحاب السنن من حدیث ابن جریج عن سلیمان بن موسی عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ وحسنہ الترمذی- قال الطحاوی حدثنا ابن ابی عمران قال أخبرنا یحیی بن معین عن ابن علیۃ عن ابن جریج انہ قال لقیت الزہری فأخبرتہ

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

عن ہذا الحدیث فانکرہ- وأجاب عنہ ابن الجوزی بان الزہری اثنی علی سلیمان بن موسی فکان الإنکار عن نسیان من الزہری"[18]

"یہ حدیث اصحاب سنن نے ابن جر یج کی سند سے 'انہوں سلیمان بن موسیٰ سے انہوں نے زہری سے انہوں نے عروہ سے انہوں حضرت عائشہ سے نقل کی ہے اور ترمذی نے اسے حسن کہا ہے طحاوی کہتے ہیں ہم سے ابن ابی عمان نے یہ بیان کیا کہ مجھ سے یحییٰ بن معین بیان کرتے تھے انہوں نے ابن عتبہ سے اور ابن عتبہ نے ابن جر یج سے روایت کی ہے ابن جر یج کہتے ہیں کہ میں زہری سے ملا اور یہی حدیث میں نے انہیں سنائی تو انہوں نے اس کا (صاف)انکار کر دیا(کہ مجھے معلوم نہیں)ابن جوزی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ زہری نے سلیمان بن موسیٰ کی تعریف کی ہے لہٰذا زہری کا یہ انکار کر دینا ان کے بھول کی وجہ سے ہوا ہے."

ایک اور روایت جو کہ دارقطنی کی ہے اس میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"لا نکاحَ إلا بولی وشاہدَین"[19]

"ترجمہ: ولی اور دو گواہ کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔"

قاضی صاحب اس پر بھی محدثانہ جرح کر کے رقمطراز ہے:

"رواہ الدارقطنی وفیہ یزید بن سنان وأبوہ قال الدارقطنی ہو وأبوہ ضعیفان وقال النسائی ہو متروک الحدیث وضعفہ احمد وغیرہ۔"[20]

"ترجمہ: اس حدیث کو دارقطنی نے نقل کیا ہے اور اس کی سند میں یزید بن سنان اور اس کا باپ راوی ہیں جن کی نسبت دارقطنی نے کہا ہے کہ یہ اور اس کا باپ دونوں ضعیف ہیں اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے اور امام احمد نے بھی اس کو ضعیف ہی شمار کیا ہے۔"

محدثانہ کلام کے بغیر بھی ہمارے طرف سے ان احادیث کی درایتی اور فقہیانہ توجیہ بھی کر دی گئی ہے جیسا کہ لا نکاح الا بولی کے بارے میں ہماری یہ توجیہ ہے کہ اس کا یہ معنی ہیں کہ وہ نکاح اگرچہ جائز تو ہے، منعقد تو ہوگا مگر مسنون طریقہ پر نہیں۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

یا یہ مطلب ہے کہ نکاح اسی شخص کے ساتھ ہوتا ہے جس کے لیے ولایت ہو تا کہ اس سے مسلمان عورت کے ساتھ کافر کے نکاح کرنے میں نفی ہو جائے علی ہذا القیاس نکاح فاسدہ میں سے محرم عورت کے ساتھ نکاح کرنے یا پہلے خاوند کی عدت میں نکاح کرنے وغیرہ کی بھی نفی ہو جائے۔

اور حضرت عائشہ کی حدیث کے یہ معنی ہیں کہ عورت غیر کفو سے نکاح کرلے (وہ نکاح نہیں ہوتا) جو لوگ غیر کفو سے عورت کے نکاح کرنے کو بالکل ناجائز کہتے ہیں ان کے قول پر باطل کے معنی حقیقی ہیں اور جو لوگ اسے درست کہتے ہیں اور نکاح فسخ کرنے میں ولی کے حق کو ثابت کرتے ہیں ان کے قول پر باطل حکماً مراد ہے اور نصوص کے اطلاقات میں یہ سب تاویلیں شائع (ذائع) ہیں اور دفع تعارض کے لیے اس کا مرتکب ہونا واجب ہے یا ہم کہیں گے کہ حضرت عائشہ (رض) کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب عورت اپنا نکاح اپنے ولی کی اجازت سے کرلے تو وہ نکاح جائز ہے امام شافعی کے قاعدہ پر تو اس لیے کہ وہ مفہوم کے قائل ہیں اور امام ابو حنیفہ (رح) کے قاعدہ پر اس لیے کہ یہ بطلان کے حکم میں داخل نہیں ہے اور اصل جواز ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ عورت کا خود نکاح کرلینا (نفس) نکاح میں خرابی نہیں لاتا بلکہ خرابی لانے والا ولی کا حق ہے۔

اتنی لمبی کلام اور گفتگو کی ضرورت تو نہیں تھی مگر بہر حال یہ اوران جیسی دیگر روایات سے استدلال کرتے ہوئے شوافع اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ لڑکی کا نکاح ولی اور سرپرست کے اجازت اور رضامندی کے بغیر جائز نہیں۔

عورت کے ولی کا حکم:

اس مسئلے کی دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی لڑکی کا نکاح ولی کرائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ عورت بڑی ہے تو اس کی اجازت ضروری ہے اس کے اجازت کے بغیر نکاح صحیح ہی نہیں جس طرح کے ماقبل میں یہ بات معلوم ہوگئی اور اگر وہ چھوٹی ہے تو اس کے بارے میں کچھ تفصیل ہے جو کہ اس طرح ہے کہ یہ نکاح کرانے والا ولی یا تو باپ دادا ہو گا یا کوئی اور، ان دونوں صورتوں کے الگ الگ احکام ہے جن کو الگ الگ بیان کرنا ضروری ہے:

باپ اور دادا کے کئے ہوئے نکاح کا لازم ہونا اور اس کی شرائط:

نابالغ لڑکے اور لڑکی کا سب سے مقدم ولی باپ ہوتا ہے اگر باپ نابالغ کا نکاح کردے تو وہ نکاح لازم ہو جاتا ہے یعنی بلوغ کے بعد بھی لڑکے اور لڑکی کو اس کے فسخ کرانے کا اختیار نہیں رہتا تفسیر مظہری میں ہے:

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

"اجمعوا على ان للاب ولاية النكاح الصغيرة"21ے

"ترجمہ: اس پر سب (فقہاء) کا اتفاق ہے کہ صغیرہ کے نکاح کر دینے کا باپ کو ولایت حاصل ہے"

یعنی والد محترم کو ولایت مطلقہ حاصل ہے ہر حال میں یہ نکاح قابل قبول ہو گی کسی کو بولنے کی مجال نہیں خواہ کفو میں نکاح کیاہو یا غیر کفو میں اور مہر مثل مقرر ہواہو یا مہر میں غبن فحش کیاہو۔(غبن فحش لڑکی کے بارے میں تو یہ ہے کہ اس کے مہر کی مثل سے اتنی کمی کر دی ہو جتنی کمی عموماً گوارا نہیں ہو سکتی اور لڑکے کے بارے میں یہ ہے کہ اس کا نکاح جس لڑکی سے ہوا ہو اس لڑکی کے مہر مثل سے اتنا زیادہ مقرر کیا ہو کہ زیادتی کو عموماً گوارا سمجھا جاتا) ہے۔

اگر نابالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو سے کر دے یا مہر میں غبن فاحش کرے تو وہ نکاح بھی باطل ہے باپ نہ ہو تو دادا کا بھی وہی حکم ہے جو باپ کا ہے۔

قاضی صاحب اس ولایت کو مطلقا جائز کہتے ہیں اور ہر حال میں نافذ العمل قرار دیتے فرماتے ہیں کہ اس کی یا علت یا تو صغر (بچے کا چھوٹا ہونا) ہے یا بکارت ہے جو کہ دونوں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں، چنانچہ تفسیر مظہری کی عبارت کچھ اس طرح ہے:

"وقال ابو حنيفة يجوز للاب انكاحها وان لم ترض لان سبب الولاية فى البكر الصغيرة اما الصغر او البكارة لا غير والبكارة غير معتبر فى البالغة لما قررنا فكذا فى الصغيرة فلم يبق الا الصغر وهو موجود فيها۔"22ے

"ترجمہ: امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ باپ کے لیے اس کا نکاح کر دینا جائز ہے اگرچہ وہ رضامند نہ ہو کیونکہ باکرہ صغیرہ میں ولایت کا سبب یا تو صغیرہ ہونا ہوتا ہے یا باکرہ ہونا اس کے سوا اور کوئی سبب نہیں ہے اور بالغہ میں بکارۃ معتبر نہیں ہے جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں پس اسی طرح صغیرہ میں بھی اور اب فقط صغیرہ ہی ہونا (سبب) رہا اور وہ اس (مذکورہ صورت) میں بھی ہے۔"

"فإن زوجها الأب أو الجد " يعني الصغير والصغيرة " فلا خيار لها " بعد بلوغها۔"23ے

اس سے معلوم ہوا کہ والد اور دادا کو اپنے نابالغ اولاد کی ولایت میں کھلم کھلا اختیار حاصل ہے، بشرطیکہ وہ بسوء الاختیار معروف و مشہور نہ ہو۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

باپ اور دادا کے سوا دوسرے اولیا کا حکم:

باپ دادا کے بعد بھائی وغیرہ کو بالترتیب حق ولایت پہنچتا ہے مگر وہ باپ دادا کے برابر نہیں ان کا جُدا حکم ہے، یعنی اگر باپ دادا کے علاوہ کوئی دوسرا ولی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کردے یا مہر غبن فاحش کے ساتھ مقرر کردے تب تو نکاح بالکل ہی نہیں ہوتا خواہ اس نے نہایت ہی خیر خواہی سے کیا ہو۔

"وإن زوجها غير الأب والجد فلكل واحد منها الخيار إذا بلغ إن شاء اقام على النكاح وإن شاء فسخ۔"24

"ترجمہ: اگر باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور نے نکاح کرایا تو لڑکا اور لڑکی جب بالغ ہو جائے تو انہیں اختیار ہے چاہئے تو نکاح تھوڑدے چاہئے تو قائم رکھے۔"

صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

"إذا بلغت الصغيرة وقد علمت بالنكاح فسكتت فهو رضا"25

"ترجمہ: جب لڑکی بالغ ہوگئی اور اسے نکاح کا علم ہو جانے کے باوجود خاموش ہوگئی تو یہ اس کی رضامندی سمجھی جائیگی"

ضروری ہے کہ وہ فوراً اسی وقت انکار کا اعلان کرے، چاہے اس وقت اس کے پاس کوئی موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں فوراً زبان سے کہنا شرط ہے البتہ کھانسی یا چھینک کی وجہ سے فوراً بولنے کی قدرت نہ ہو یا کسی نے جبراً منہ بند کردیا ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے جو تاخیر ہو جائے اس کے باعث خیار فسخ باطل نہیں ہوتا اور بغیر کسی مجبوری کے اگر زبان سے کہنے میں ذرا بھی دیر کی تو یہ اختیار باطل ہو جائے گا اور فسخ کرانا جائز نہ ہوگا اگر غلط بیانی کرکے فسخ کرائے گی تو سخت گنہگار ہوگی نیز باکرہ کو اس کی بھی ضرورت ہے کہ زبان سے کہنے پر کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالے تاکہ قاضی وغیرہ کے پاس معاملہ پیش ہونے پر کام آویں۔

اور اگر لڑکی ثیبہ ہے تو پھر اس کو فوراً کہنا ضروری نہیں بلکہ جب تک رضامندی نہ ہوگی اس وقت تک منظوری رکھنے نہ رکھنے کا اختیار باقی رہتا ہے چاہے کتنا بھی زمانہ گزر جاوے صرف خاموش رہنے کہ وجہ سے ثیبہ کا خیار بلوغ باطل نہیں ہوتا، جس طرح کہ ابوہریرہ رحمہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ:

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

"عَنْ أَبِي هرَيرَةَ، عَنْ النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيه وَسَلَّمَ:قَالَ: "لَا تُنْكَحُ الثَّيِّبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ "26ے

"ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ :ثیبیہ سے جب تک مشورہ نہ کیا جائے تب تک اس کا نکاح نہیں کرایا جاسکتا"

البتہ اگر بعد بلوغ زبان سے کہہ دے گی کہ مجھے نکاح منظور ہے یا کوئی کام ایسا کرے گی جس سے رضامندی پائی جاوے تو اختیار باطل ہو جاوے گا اور پھر ثیبہ کو نامنظوری پر گواہ بنانے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ اس کو صرف یہ دعویٰ کرنا کافی ہے کہ میں ثیبہ ہوں اور بالغ ہو چکی ہوں اب اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہوں۔

لڑکے کا حکم بھی یہی ہے جو ثیبہ کا ہے یعنی بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے جب تک قولاً و فعلاً منظور نہ کرے اس وقت تک اختیار باقی رہتا ہے۔ پس اگر کسی لڑکے یا ثیبہ لڑکی نے بعد بلوغ ایک مرتبہ بھی زبان سے کہہ دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور ہے تو اب فسخ کا مطالبہ حرام ہے۔ خواہ یہ بالکل تنہائی یا آہستہ کہنے کی وجہ سے کسی نے نہ سنا ہو، اسی طرح اگر بلوغ کے بعد تقبیل وغیرہ کی نوبت آئی ہو تب بھی خیار فسخ نہیں رہتا نیز دعویٰ کی صورت میں لڑکے کے واسطے وہی حکم ہے جو ثیبہ کا ہے اور یہ تفصیل جب ہے جب کہ بلوغ سے پیشتر ان کو نکاح کی اطلاع ہو چکی ہو اور اگر کسی کو بلوغ سے پیشتر نکاح کی خبر نہ ہوئی ہو تو تب جب خبر ملے تب خیار بلوغ حاصل ہو گا اور لڑکے لڑکی کے واسطے اختیار باقی رہنے نہ رہنے کی جو تفصیل ابھی گزری ہے اس میں سب کا لحاظ خبر ملنے پر کیا جائے گا۔27ے

اسی حوالے سے مولانا مفتی فضل الرحمٰن بلال عثمانی اپنی کتاب اسلامی قانون میں لکھتے ہیں :

"کنواری غیر شادی شدہ لڑکی سے اجازت کے سلسلے میں اگر ولی حقیقی خود اجازت طلب کرے اور وہ شرم و حیاء کی وجہ سے زبان سے اقرار نہ کرے مگر اس کی خاموشی بزبان حال اس بات کا اظہار کرے کہ اس کو یہ نکاح منظور ہے تو زبان سے اقرار کرنا ضروری نہیں ہے "28ے

حدیث میں ہے :

"وَلَا الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ، وَإِذْنُهَا الصُّمُوتُ "29ے

"ترجمہ : باکرہ کے نکاح کے بارے میں اس کی اجازت حاصل کی جائے گی اور اس کی اجازت خاموشی ہے"

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research
Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
June 05, 2025

عورت کا کسی اور کا ولی بننا:

جہاں تک بات ہے دوسرے مسئلے کا کہ کیا عورت بھی کسی کا ولیہ بن سکتی ہے یا نہیں؟ تو اس حوالے سے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ولی کی تعریف فقہاء کرام کی کتابوں سے نقل کر دی جائے تاکہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو، فقہ حنفی کی مشہور کتاب کنزالدقائق کی شہرہ آفاق شرح النہرالفائق میں منقول ہے کہ:

"ولی وہو العاقل البالغ الوارث فخرج الصبی والمعتوہ والعبد والکافر علی المسلمة"30

"ترجمہ: ولی سے مراد عاقل بالغ وارث ہے، لہذا بچہ، کم عقل، غلام اور کافر کسی مسلمان لڑکی کا ولی نہیں بن سکتا"

اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی کے لئے عقل، بلوغ اور وراثت شرط ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے، بعینہ یہی تعریف البحرالرائق شرح کنزالدقائق میں بھی نقل کر دیا گیا ہے:

"وَفِي الْفِقْهِ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ الْوَارِثُ، فَخَرَجَ الصَّبِي وَالْمَعْتُوه وَالْكَافِرُ عَلَى الْمُسْلِمَةِ"31

"ترجمہ: ولی سے مراد عاقل بالغ وارث ہے، لہذا بچہ، کم عقل، غلام اور کافر کسی مسلمان لڑکی کا ولی نہیں بن سکتا"

چنانچہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ علیہ کی فقہی انسائیکلوپیڈیا ردالمحتار میں ولی کے دو درجات متعین کئے ہیں، پہلا عصبہ بنفسہ جو کہ تمام مرد ہے اس کوئی عورت نہیں، اگر یہ مرد حضرات نہ ہو تو پھر دوسرا درجہ عصبہ بغیرہ کا ہے جو کہ تمام کے تمام خواتین ہیں ان میں کوئی مرد حضرات نہیں ہیں، چنانچہ شامی میں یہ درجات اس طرح منقول ہے:

"(الْوَالِي فِي النِّكَاحِ) لَا الْمَالُ (الْعَصَبَةُ بِنَفْسِه) وَہوَ مَنْ يَتَّصِلُ بِالْمَيتِ حَتَّى الْمُعْتَقَةِ (بِلَا تَوَسطَةِ أُنْثَى عَلَى تَرْتِيبِ الْإِرْثِ وَالْحَجْبِ----فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَصَبَةٌ فَالْوِلَايَةُ لِلْأُمِّ) ثُمَّ لِأُمِّ الْأَبِ وَفِي الْقُنْيةِ عَكْسُه، ثُمَّ لِلْبِنْتِ، ثُمَّ لِبِنْتِ الِابْنِ، ثُمَّ لِبِنْتِ الْبِنْتِ، ثُمَّ لِبِنْتِ ابْنِ الِابْنِ، ثُمَّ لِبِنْتِ بِنْتِ الْبِنْتِ"32

"ترجمہ: نکاح میں ولی (مال میں نہیں) ہر وہ شخص ہے جو عصبہ بنفسہ ہو، اور عصبہ بنفسہ وہ مرد ہے جس کا کسی میت کے ساتھ بغیر کسی عورت کے واسطہ کے تعلق ہو، باعتبار وارث بننے اور نہ بننے کے، اگر عصبہ بنفسہ نہ ہوں تو پھر ولایت کے حقدار (عصبہ بغیرہ) ہونگیں یعنی سب سے پہلے اس کی والدہ پھر دادی پھر نانی جبکہ قنیہ میں ہے کہ پہلا حق نانی کا ہے پھر دادی کا، پھر بیٹی پھر نواسی پھر پوتی پھر بیٹے کے بیٹے کی بیٹی پھر بیٹی کی بیٹی کی بیٹی، وغیرہ وغیرہ"

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 05, 2025

ان فقہی عبارات کا خلاصہ یہ کہ خاتون ولیہ بن سکتی ہے، در حقیقت ولی ولایت سے ہے اور ولایت سرپرستی کو کہتے ہیں، نکاح میں دولہے یا دولہن کا ولی اس دولہے یا دولہن کا وہ سرپرست ہے جس کو شریعت نے سرپرست مقرر کیا ہے، یعنی اگر بیٹا ہو (مثلاً: کسی بیوہ یا مطلقہ کا نکاح ہو رہا ہو) تو سب سے پہلے ولایت بیٹے کو حاصل ہو گی، اگر وہ نہ ہو تو پوتے کو۔ اور اگر وہ نہ ہو یا کسی کنواری کا نکاح ہو رہا ہو تو باپ ولی ہو گا، وہ نہ ہو تو دادا۔ اور اگر وہ بھی نہ ہو تو سگا بھائی، اور اگر وہ بھی نہ ہو تو باپ شریک بھائی۔ اور اگر وہ بھی نہ ہو تو سگے بھائی کا بیٹا (بھتیجا)، اور اگر وہ نہ ہو تو باپ شریک بھائی کا بیٹا، اور اگر وہ نہ ہو تو سگا چچا، وہ بھی نہ ہو تو چچا کا بیٹا، ان کو عصبہ بنفسہ کہتے ہیں، اگر عصبہ بنفسہ نہ ہوں تو پھر ولایت کے حقدار (عصبہ بغیرہ) ہونگیں یعنی سب سے پہلے اس کی والدہ پھر دادی پھر نانی، پھر بیٹی پھر نواسی پھر پوتی پھر بیٹے کے بیٹے کی بیٹی پھر بیٹی کی بیٹی کی بیٹی، وغیرہ وغیرہ...الخ۔ یعنی ولایت کی وہی ترتیب ہے جو میراث میں عصبہ بنفسہ کی ہوتی ہے۔ عصبہ بنفسہ اس قریبی خونی رشتہ دار کو کہتے ہیں جس سے رشتے میں عورت کا واسطہ درمیان میں نہ آتا ہو، وہ درجہ بدرجہ ولی بنتا ہے، اس کے بعد عصبہ بغیرہ ہے جو کہ تمام خواتین ہے، چونکہ یہ صورت کہ مرد کوئی بھی نہ ہو صرف عورتیں ہوں ناممکن کی طرح ہے اس لئے فقہاء کرام اور خاص کر اردو کتب فقہ اور فتاوی نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے، جس کی وجہ سے کچھ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ عورت ولیہ نہیں بن سکتی، یہی خدشہ اس بندی عاجزہ کو بھی ہوا، مگر بسیار تتبع تلاش اور علماء کرام سے مشہورے کے بعد یہ رائے قائم کی کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح مرد ولی بن سکتے ہیں اسی طرح خواتین بھی ولیہ بن سکتی ہے، مگر یہ صورت در حقیقت دو وجوہات کی بناپر ناممکن کی طرح ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ اتنے زیادہ رشتہ دار جن کا ہم نے تذکرہ کیا نہ ہو بظاہر یہ ناممکن سی صورت ہے، دوسری وجہ یہ کہ احناف کے نزدیک ولایت جس پر نافذ ہوتی ہے یعنی جس لڑکی کا کوئی ولی بنے گا اس کے لئے شرط ہے کہ وہ لڑکی یا لڑکا نابالغ ہو اور بہت سارے ممالک بشمول پاکستان میں یہ قانون نافذ ہے کہ ۱۸ سال سے کم عمر کے بچے کی شادی اور نکاح پر پابندی ہونے کے ساتھ ساتھ قانونا جرم ہے، تو اس صورت حال میں کوئی عورت اگر کسی کا ولیہ بنے گی تو جرم کا ارتکاب کریگے جس کے لئے کوئی تیار نہیں، لہذا ان دو وجوہات کی بناپر عورت کا کسی لڑکے یا لڑکی کا ولیہ بننا بظاہر مشکل ہے۔

البتہ یہ بات ایک علیحدہ موضوع ہے کہ موجودہ قانون کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا ۱۸ سال سے کم عمر بچوں کا نکاح کرانا جائز ہے؟ اس حوالے سے مختصراً یہ بات قابل ذکر ہے کہ شرعاً بلوغت کے بعد شادی جتنی جلدی ہو جائے مناسب ہے، لڑکی کو جب حیض آنے لگے یا احتلام ہونے لگے یا اسے حمل ٹھہر جائے تو شرعاً وہ بالغہ سمجھی جاتی ہے، ۹/ سال عمر ہونے کے بعد یہ چیزیں کبھی بھی

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

ظاہر ہوسکتی ہیں،اِن کے لئے عمر کی کوئی تحدید نہیں کی گئی ہے،البتہ اگرلڑکی کی عمر پندرہ سال ہوجائے تولڑکی کو ہر حال میں بالغ قرار دیا جائے گا،اگرچہ مذکورہ بالا چیزوں میں سے کوئی چیز پیش نہ آئی ہو،علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :

"والجارية بالاحتلام والحيض والحبل .... فإن لم يوجد فيها شئ فهى يتم لكل منها خمس عشرة سنة ، به يفتى . وأدنى مدةلها تسع سنين هو المختار"33

"ترجمہ: لڑکی احتلام، حیض اور حاملہ ہونے سے بالغ ہوتی ہے۔اگر یہ علامات نہیں پائے گئے توپندرہ سال کے پورے ہونے پر بالغ سمجھی جائیگی،اوراسی قول پر فتوی ہے،بلوغت کی کم سے کم عمرلڑکی کے لئے ۹سال ہیں،یہی مختار قول ہے"

نکاح کسی بھی عمر میں کیا جاسکتا ہے،شرعاًعمر کی کوئی تحدید نہیں ہے،البتہ ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ بالغ ہونے کے بعد(جتنی جلدی ہوسکے)اپنی اولاد کی شادی کردینی چاہئے،اگرباپ شادی نہ کرے اور نتیجۃًاولاد کسی غلط کام میں مبتلا ہوجائے توکوتاہی کی وجہ سے باپ بھی گنہ گار ہوگا،جس طرح کہ روایت ہے :

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه، فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثماً فإنما إثمه على أبيه. "34

"ترجمہ: جس کا بیٹاہوجائے تواسے چاہئے کہ اس کی کوئی اچھانام رکھے،اچھی تربیت دے،جب بالغ ہوجائے تواس کی شادی کرائے اگروہ بالغ ہوگیامگر والدنے شادی نہیں کرائی اوراس سے کوئی گناہ کاکام سرزد ہوگیاتواس کاگناہ والد کو پہنچے گا"

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیاکہ شرعابلوغت کے بعد جتناجلدی ہوسکے نکاح ہوجائےتاکہ مختلف اخلاقی بیماریوں سے بچاجاسکے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

حوالہ جات:

1۔علامہ مرغینانی: "الھدایہ شرح بدایۃ المبتدی"، ج:۲، س ن، ص:۲۹۴۔

2۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام: "الجامع الصحیح بخاری"، ج،6، کتاب ا لنکاح، باب اِذا زوّج ابنتہ وھی کارھۃ فنکاحہ مردود، ح،5138، ۲۰۰۴ء۔

3۔علامہ شامی، ابن عابدین: "فقہی انسائیکلوپیڈیا"، ج:۳، ص۵۳: ۱۴۱۲ھ۔

4۔ پانی پتی، قاضی ثناءاللہ": تفسیر مظہری"، ۱۴۱۲ھ، ج:۱ص:316۔

5۔علامہ شامی، ابن عابدین: "فقہی انسائیکلوپیڈیا"، ج:۳، ص۵۵: ۱۴۱۲ھ۔

6۔علامہ، کاسانی، ۱۴۰۶ھ: "بدائع الصنائع"، ج:۲، ص:۲۴۷۔

7۔ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی: "السنن ابی داود"، کتاب ا لنکاح، باب فی الثیب، ح:۲۱۰۱، ج،1: ۲۰۰۹ء۔

8۔ پانی پتی، قاضی ثناءاللہ": تفسیر مظہری"، ۱۴۱۲ھ، ج:۱ص:317۔

9۔ایضا۔۔ص:۳۱۷۔

10۔علامہ، کاسانی،: "بدائع الصنائع"، ج ۲:، ۱۴۰۶ھ، ص:۲۴۔

11۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن ترمذی"، کتاب ا لنکاح، بَابُ مَا جَاءَ فِي الوَقْتِ الأَوَّلِ مِنَ الفَضْلِ، ح: ۱۷۱، ج،1: ۱۹۸۸ء۔

12۔امام بیہقی: "سنن البیہقی"، ۲۰۱۷ء، ج:۴، ص:۱۳۳۔

13۔امام حاکم النیسابوری: "مستدرک الحاکم"، ج2، ۱۹۹۰ع۔

14۔پانی پتی، قاضی ثناءاللہ": تفسیر مظہری"، ۱۴۱۲ھ، ج:۱ص:317۔

15۔احمد بن حنبل، امام، المسند امام احمد بن حنبل، الشیبانی: "مسند امام احمد"، ح:۱۴۶۲۶، ج:۳، ۱۹۹۵ء۔

16۔پانی پتی، قاضی ثناءاللہ": تفسیر مظہری"، ۱۴۱۲ھ، ج:۱ص:۳۱۸۔

17۔ابوداؤد، سلیمان بن اشعث: "سنن ابی داود"، کتاب ا لنکاح، باب الولی، ح:۲۰۸۳، ج:۱، ۲۰۰۹ء، ص:۳۰۱۔

18۔پانی پتی، قاضی ثناءاللہ: "تفسیر مظہری"، ۱۴۱۲ھ، ج:۱ص:۳۱۸۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 05, 2025

19۔امام دار قطنی:"سنن دار قطنی"،کتاب ا لنکاح،ح:۳۵۱۸،۲۰۰۴ء۔

20۔پانی پتی، قاضی ثناءاللہ:"تفسیر مظہری"،۱۴۱۲ھ،ج:۱ص:۳۱۸۔

21۔ایضا۔۔ص:۳۲۱۔

22۔ایضا۔۔ص:۳۲۱۔

23۔علامہ مرغینانی:"الھدایہ شرح بدایۃالمبتدی"،ج:۲،س ن،ص:۲۹۳۔

24۔ایضا۔۔ص:۲۹۳۔

25۔ایضا۔۔ص:۲۹۳۔

26۔ ابن ماجہ ، محمد بن یزید القزوینی ، ابو عبداللہ ، اما م :" السنن ابن ماجہ " ،کتاب ا لنکاح، بَابُ اسْتِئْمَارِ الْبِكْرِ وَالثَّيِّبِ،ح:۱۸۷۱۔

27۔اشرف علی،مولانا،تھانوی،احکامِ طلاق ونظام شرعی عدالت"،س ن،ص:۲۹۔

28۔عثمانی،بلال:"اسلامی قانون"،۱۹۹۸ء،ص:۲۵۸۔

29۔ ابن ماجہ ، محمد بن یزید القزوینی ، ابو عبداللہ ، اما م :"السنن ابن ماجہ"،کتاب ا لنکاح، بَابُ اسْتِئْمَارِ الْبِكْرِ وَالثَّيِّبِ،ح:۱۸۷۱۔

30۔عمربن ابراہیم،ج:۲،س ن،ص:۲۱۰۔

31۔(زین الدین بن ابراھیم:"النھرالقائق"،ج:۳،س ن،ص:۱۱۷۔

32۔علامہ شامی،ابن عابدین:"فقہی انسائیکلوپیڈیا"،ج:۳،۱۴۱۲ھ،ص:۵۶۔

33۔علامہ شامی،ابن عابدین:"فقہی انسائیکلوپیڈیا"،ج:۶،۱۴۱۲ھ،ص:۱۵۶۔

34۔امام بیہقی:"سنن البیھقی"،ج:۴،۲۰۱۷،ص:۴۶۴۔

OPEN ACCESS
CC BY